Majallah-yi Talim o Tahqiq

مجلہ تعلیم و تحقیق

Markaz Talim o Tahqiq, Gulshan-e-Taleem,
Sector H-15, Islamabad, Pakistan

مرکز تعلیم و تحقیق، گلشنِ تعلیم، ایچ۔۱۵، اسلام آباد، پاکستان

ISSN (P): 2618-1355, **ISSN (Online):** 2618-1363

Issue 2,Vol 5, April-June,2023

شمارہ ۲، جلد ۵، اپریل—جون، ۲۰۲۳

اصح السیر کا تحقیقی جائزہ

Research Study of Asah al-Seer

حافظہ اسماء[1]

بشریٰ حبیب[2]

Keywords:

Asah al-Seer, Maulana Abu Al-Barakat Abdul Rauf Dana Puri, Sira, Hadith, History

Abstract:

Maulana Abu Al-Barakat Abdul Rauf Dana Puri is considered as one of the most influential scholars and most active religious and political leaders of his time. Maulana Abdul Rauf Dana was one of the prominent religious scholars who have made their mark in the subcontinent in the last eight hundred years. The reason for his fame is his book "Isa Al-Seer" which is one of the most important books in Urdu language. Which came to light in 1932. Among the books written on the subject of Sira Rasoolﷺ in Urdu language, the name of Maulana Abdul Rauf Qari Danapuri's book "Asih Al-Seer" is very prominent. Its main feature is that its primary and central source is Hadith. The ability to have direct access to Islamic sciences and to be able to infer correct results has given Asah-ul-Seer a prominent place in Sira books. In Asah-ul-Seer, although Maulana has taken the events of Sira from the books of Hadith, but at the same time he has sorted the most authoritative material from the books of Sira and books of history and included the book. In many places you have preferred the traditions of the pilgrims. Especially in places where historical references are needed. As a whole, "Asah Al-Seer" is a book with a high place in the ancient biography books. In this article, a research review of Maulana Dana puri's famous book: Sources of Asah al-Seer, its main features, style of narration and its arrangement and editing is presented. Before the introduction of the book, the necessary introduction of the author will be stated.

[1]۔ریسرچ اسکالر، کلیہ معارف اسلامی (جناح یونیورسٹی برائے خواتین، ناظم آباد کراچی پاکستان، hafizaasma2807@hotmail.com

[2]۔ریسرچ اسکالر، کلیہ معارف اسلامی (جناح یونیورسٹی برائے خواتین، ناظم آباد کراچی) bushrahabib2216@gmail.com

تعارف:

بیسویں صدی عیسوی کے اوائل میں سیرت نگاری کی اردو زبان وادب میں ایک نئی، صالح اور وسیع روایت قائم ہوئی۔اس کے محرکات چند در چند تھے۔اسلام اور پیغمبر آخر الزمان سے عقیدت و محبت بنیادی محرک تھا جس نے اولین مولفین، جن کو فن سیرت کا سابقین اولین بجا طور سے کہا جاسکتا ہے، مہمیز کیا تھا اور جس نے ہر دور کے اہل قلم کو تحریک بخشی۔ منہج وطریقہ، اسلوب وادا، تحقیق وتدقیق، ترتیب وتبویب اور متعدد دوسری تصنیفی تکنیک میں کوئی بھی شبلی سے سبقت نہ لے جاسکا۔ان کی سیرت نبوی ﷺ ان کی وفات کے چار اور چھ سال بعد یکے بعد دیگرے دو جلدوں میں شائع ہوئی اور سیرت نبوی ﷺ کی کلاسیک بن گئی۔اس کے استقبال وتنقید، تعریف وتنقیص اور پیروی ورو گردانی کا ایک سلسلہ پڑا۔ مگر مولانا شبلی کے سحر قلم سے کوئی آزاد نہ ہوسکا۔اس دوررس نتیجہ کے ثمرات بھی بہت خوش آئند تھے بعض ایسی کتب سیرت اردو میں ترتیب دی گئیں جوان خلاوں کو پر کرتی تھیں جو شبلی نگارش میں راہ پائی گئی تھیں یا انہوں نے بعض دوسرے زاویوں سے اس راہ پر خار میں شہسواری کی۔ مولانا اشرف علی تھانوی(م ۱۹۴۴ء) کی نشر الطیب، قاضی سلیمان منصور پوری(م ۱۹۳۰) کی رحمۃ للعالمین، مولانا عبد الرؤف دانا پوری(۱۹۴۸-۱۸۷۳ء) کی اصح السیر مولانا محمد ادریس کاندھلوی(م ۱۹۷۴ء) کی سیرۃ المصطفی اور متعدد دوسری کتب سیرت کسی نیکی شکل میں ایک جادو نگار صاحب سیرت کی صدائے بازگشت یا آواز کو ہ ندا تھیں۔ان میں مولانا عبد الرؤف دانا پوری بوجوہ کافی اہمیت موقر منزلت اور اہم ذکر کے مستحق وحقدار ہیں۔

مولانا ابوالبرکات عبد الرؤف دانا پوری کا شمار اپنے کے وقت وسیع النظر عالم اور انتہائی فعال مذہبی وسیاسی زعماء میں ہوتا ہے۔ مولانا عبدالروف دانا پوری برصغیر پاک وہند کے چیدہ چیدہ علمائے دین میں ایک نمایاں حیثیت رکھتے تھے۔ پچھلے آٹھ سو سال میں جن نمایاں علمائے کرام نے برصغیر میں علمی حوالہ سے اپنے اثرات مرتب کیے،ان میں ایک نام مولانا دانا پوری کا ہے۔ جن کی وجہ شہرت انکی کتاب اصّح السیر ہے جس کا شمار اردو زبان کی اہم ترین کتب سیرت میں ہوتا ہے۔جو 1932ء میں منظرِ شہود پر آئی۔اس مضمون میں مولانا دانا پوری کی مشہور کتاب: اصح السیر کے ماخذات، کتاب کی اہم خصوصیات، کتاب کا اسلوبِ بیاں اور اسکی ترتیب وتدوین بیان کرتے ہوئے اس کا ایک تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔کتاب کے تعارف سے قبل مصنف کا ضروری تعارف بیان کیا جائے گا۔

تعارفِ مصنف:

نام عبد الرؤف، کنیت ابوالبرکات، دانا پور جائے پیدائش،اسی نسبت سے دانا پوری، سلسلہ قادریہ سے منسلک ہونے کی وجہ سے قادری۔ حکمت اور طبابت میں مہارت اور تمام عمر اسی پیشہ سے منسلک رہے اور حکیم کہلائے۔آپ ۱۸۵۶ء کے قریب شہر دانا پور محلہ شاہ ٹولی میں پیدا ہوئے ۔[3] آپ کے والد بزرگ وار کا نام مولوی عبد القادر تھا۔دانا پور اور اس کے ارد گرد کے علاقہ میں ان کے علم وفضل کا چرچا تھا اور آپ کے کئی شاگرد تھے۔ مولانا دانا پوری کے والد محترم چونکہ ایک بلند پایہ عالم دین تھے اس لئے انھوں نے آپ کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دی۔انہوں نے اپنے والد کے پاس وقت کے مروج دینی علوم سیکھنے سے اپنی تعلیم کی ابتدا کی۔اس کے علاوہ آپ نے دانا پور اور آرہ کے ممتاز علمائے دین سے تعلیم حاصل

---

3 حکیم محمد اسرار الحق, تاریخ اطباءِ بہار (پٹنہ،انڈیا: کتاب منزل سبزی باغ, 1980), ص:72.

کی۔ابتدائی تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ نے مزید تعلیم کے لئے لکھنؤاور حیدرآباد کے سفر اختیار کئے۔[4] مولانا صاحب کو مطالعہ کا بے حد شوق تھا۔علم دین سے شغف کے سبب انہوں نے اپنی تمام عمر حصولِ علم و اشاعتِ علم میں صرف کی۔اس ضمن میں آپ نے جس طرف بھی سفر فرمائے،وہاں کے جید علماء سے تحصیلِ علم کی اور مشہور و معروف اطباء سے طبابت کی تعلیم بھی حاصل کی۔ سید سلیمان ندوی آپ کی علمی حیثیت کے حوالہ سے رقم طراز ہیں کہ :

"مجھے یہ معلوم نہیں کہ انہوں نے تعلیم و تربیت کن اساتذہ سے حاصل کی مگر گفتگو اور تحریر سے پتا چلتا تھا کہ ان کو علوم دینیہ میں پوری دسترس حاصل تھی۔"[5]

سید سلیمان ندوی کے علاوہ مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا حسین احمد مدنی، مولانا ثناءاللہ امرتسری، مولانا عبدالماجد دریابادی، مولانا حفیظ الرحمن سیوہاروی، مولانا عتیق الرحمن عثمانی اور دوسرے کئی علمائے کرام نے مولانا کی علمی حیثیت کا اعتراف کیا ہے۔[6] آپ مختلف علوم میں مہارت کے سبب ایک ہمہ گیر شخصیت کے حامل تھے۔آپ بیک وقت جید عالمِ دین،ایک ماہر طبیب اور ایک منجھے ہوئے سیاست دان تھے۔انہوں نے دینی، علمی، تحقیقی اور ملی شعبوں میں گراں خدمات سرانجام دیں۔انہی خصوصیات کے سبب انکی تحریریں خواہ وہ دینی ہوں، طبّی یا سیاسی نوعیت کی ہوں،ان میں آپ کی علمیت اور گہری سمجھ بوجھ کا عنصر نمایاں ہے۔محمد حسام الدین نے ان کی علومِ قرآن و حدیث پر دسترس کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

"آپ قرآن،علوم قرآن اور تفسیر کے ایک بڑے عالم تھے۔آپ نے سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر لکھی گئی اپنی معروف کتاب "اصح السیر"میں قرآن مجید کی سینکڑوں آیات بیان کی ہیں۔ مختلف آیات کا شان نزول بیان کیا ہے۔اس کے علاوہ آپ نے اس کتاب میں مختلف ابواب مرتب کیے ہیں اور فقہی مسائل بھی بیان کیے ہیں ان میں بھی قرآنی احکامات سے استدلال کیا گیا ہے۔ یہ آپ کی قرآن فہمی کی ایک بڑی شہادت ہے۔مولانا عبدالروف داناپوری قرآن کے ساتھ ساتھ حدیث کے بھی بہت بڑے عالم تھے اور ان کا مقام علم حدیث میں ایک محدث کا تھا۔اصح السیر کو حدیث نبوی ﷺ میں ایک مآخذ سیرت کا درجہ حاصل ہے۔ انہوں نے واقعات سیرت کو احادیث صحیحہ کی مدد سے مرتب کیا اور اس کی تائید کرنے والے واقعاتِ سیرت درج کیے۔یہ کام وہی کرسکتا ہے جو احادیث اور علمِ حدیث پر گہری نظر اور عمیق مطالعہ رکھتا ہو"۔[7]

انکا تعلق فقہ حنفی کے ساتھ ہونے کے باوجود وہ ذاتی رائے کو بھی رکھتے تھے۔قرآن و حدیث کا گہرا مطالعہ رکھنے کے سبب مولانا صاحب کو ان سے اخذ و استنباط میں بھی ملکہ حاصل تھا۔ایک مفسر، محدث و مورخ ہونے کے ساتھ ساتھ مولانا صاحب ایک فقیہ بھی تھے۔چنانچہ اصح السیر میں بھی فقہیات پر بہت کثیر مواد موجود ہے۔ڈاکٹر انور محمود خالد لکھتے ہیں کہ :"قدرت نے انہیں ایک فقہی مزاج عطا کیا تھا"۔[8]

---

[4]عبدالرقیب حقانی,ارضِ بہار اور مسلمان(کراچی: علمی اکیڈمی فاونڈیشن,2004),ص:393.

[5]سید سلیمان ندوی,وفیات(اعظم گڑھ: معارف,1948),شمارہ:5,ج:16,ص:393.

[6]تاریخ اطباءِ بہار,ص:72.

[7]محمد حسام الدین,مولانا عبدالرؤف داناپوریؒ کے احوال و آثار اور دینی و ملی خدمات کا تحقیقی جائزہ(علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی: معارف اسلامی,س-ن),ص:17،16.

[8]ڈاکٹر انور محمود خالد,اردو نثر میں سیرت رسول ﷺ (لاہور: اقبال اکادمی,1989),ص:629.

اسی طرح مولانا سید سلیمان ندوی کے قول کے مطابق:

"مولانا دانا پوری ان علماء میں سے تھے، جو قدیم علوم واعتقداتِ فقہ کو جدید خیالات وافکار سے تطبیق دینے کی قدرت رکھتے تھے"۔[9]

مولانا انگریزی سامراج کے مخالف ہونے کے سبب ۱۹۲۱ء میں مولانا ابوالکلام آزاد، سبھاش چندر بوس و دیگر رہنماوں کے ساتھ برطانوی حکومت کے زیرِ عتاب رہے اور چھ ماہ تک قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ مولانا کی زندگی کا بیشتر حصہ کلکتہ میں گزرا، وہیں پر انکی علمی زندگی کو پروان چڑھا اور یہیں انہوں نے مسلمانوں کے لئے ملی وسیاسی خدمات سرانجام دیں اور بلآخر کلکتہ ہی میں وفات پائی اور وہیں سپردِ خاک کئے گئے۔

کلکتہ میں رہ کر اور سیاسی مجلسوں میں شرکت کے سبب سے وہ زمانہ کی ضروریات اور عصری خیالات وافکار سے پوری طرح آگاہ تھے اور ان علماء میں تھے جو قدیم علوم واعتقادات فقہ کو جدید خیالات وافکار سے تطبیق دینے کی قدرت رکھتے ہیں۔[10] مولانا دانا پوری تمام عمر برصغیر کے مسلمانوں کی سیاسی خدمت کرتے رہے لیکن آپ تقسیم کے بعد پاکستان نہیں آئے بلکہ کلکتہ ہی میں رہے۔ مولانا عبدالروف دانا پوری کی اولاد میں تین لڑکے تھے، جن کے نام عبدالودود، عبدالمعبود اور محمد مسعود جبکہ ایک بیٹی جن کا نام فرخندہ بانو ہے۔[11]

مؤلف اصح السیر اپنی عمر عزیز کے چوہترویں برس میں تھے کہ ۱۹ فروری ۱۹۴۸ء کی صبح کو جمعرات کے دن ۸ بجے کے قریب ان کی علالت کی ابتداء ہوئی۔ فرمایا کہ بخار معلوم ہوتا ہے، تھوڑی دیر کے بعد جاڑا معلوم ہوا، دن بھر کچھ بخار رہا، مغرب کی نماز تک کوئی خاص بات نہ تھی، ساڑھے سات بجے شام سے حالت بگڑی یہاں تک کہ رات کو ایک بجے داعی اجل کو لبیک کہا۔ ۲۰ فروری ۱۹۴۸ء جمعہ ان کی تاریخ وفات وتدفین ہے۔ صراحت تو نہیں مگر غالبا کلکتہ ہی میں ان کی تدفین ہوئی اور بقول سلیمان ندوی:

"مرحوم کی وفات سے کلکتہ کی سرزمین علم وعرفان کے نور سے محروم ہوگئی"۔[12]

مولانا دانا پوری نے ۱۰۰ سال کے قریب عمر پائی۔ آپ شروع سے ثقل ساعت کے عارضہ میں مبتلا تھے۔ سید سلیمان ندوی کے مطابق آپ ہمیشہ آلہ سماعت ساتھ رکھتے تھے، جس سے دوسروں کی بات سنتے تھے۔[13] مگر اس معذوری کے علاوہ آپ میں اور کوئی جسمانی کمزوری نہ تھی، یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوئی۔ چنانچہ آپ کی بصارت بھی آخر تک قائم رہی اور دماغی صلاحیتوں میں بھی کمزوری واقع نہ ہوئی۔[14]

---

[9] وفیات، شمارہ :5، ج:16، ص:291.

[10] ڈاکٹر محمد یسین مظہر صدیقی، مصادر سیرت نبوی ﷺ (لاہور: دار النور، 2016)، ج:2، ص:619.

[11] اردو جامع انسائکلوپیڈیا (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، 1987)، ج:2، ص:961.

[12] مصادر سیرت نبوی ﷺ، ج:2، ص:621.

[13] وفیات، شمارہ:5، ج:16، ص:292.

[14] تاریخ اطباء بہار، ص:47.

تصانیف:

علامہ سید سلیمان ندوی کے ''شذرہ وفیات'' سے معلوم ہوتاہے کہ ۱۹۱۶ء میں پنجاب کی ایک مسلم عورت نے شوہر کے مظالم اور نفقہ نہ دینے کے سبب علمائے اسلام کے پاس فتوی کی طلب میں گئی اور اس نے ان سے ایسا فتوی چاہا کہ اس کو ایسے شوہر سے چھٹکارا مل جائے۔ مفتی عبد اللہ ٹونکی نے احناف کے مسلک کے مطابق فتوی دیا کہ عورت کو ان اسباب سے طلاق نہیں ہو گی۔ اس پر آریہ سماجی اخبارات نے اسلام ہی کو ہدفِ تنقید بنالیا۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے وکیل امر تسر اور صداقت کلکتہ وغیرہ میں مولانا ٹونکی کے مضامین کا رد لکھا اور کئی مقالات شائع کئے جن میں اپنا نقطہ نظر پیش کیا کہ اگر شوہر تین ماہ کے بعد بھی نان نفقہ کا انتظام نہ کرے اور بیوی تفریق کا مطالبہ کرے تو قاضی زوجین میں تفریق کرا سکتا ہے۔ مولانا عبدالروف داناپوری نے کلکتہ کے اخبارات غالبا صداقت وغیرہ میں مولانا ابوالکلام آزاد کے مضامین کا رد لکھا۔ مولانا سید سلیمان ندوی نے ان تینوں صاحبوں کے فتووں پر ایک محاکمہ لکھا جو معارف اعظم گڑھ کے پہلے سال کے دو شماروں اکتوبر/نومبر ۱۹۱۶ء میں "کشف حقیقت: مسئلہ زوجین غیر متفق علیہا" کے عنوان سے شائع ہوا (۱۶-۵ اور ۲۴-۳ بالترتیب)۔ مولانا داناپوری نے اس محاکمہ کی داد دی۔ خطبات صدارت اور دوسرے خطبات اور مذکورہ بالا مضمون سے واضح ہوتا ہے کہ مولانا عبدالروف داناپوری نے تالیفی سلسلہ بھی برابر جاری رکھا تھا۔ غالبا وہ کم لکھتے تھے لیکن جب لکھتے تھے تو خوب لکھتے تھے اور نقطہ نظر عالمانہ ہوتا تھا۔ افسوس کہ ان کی دوسری تصانیف کا بالکل پتہ نہیں چل سکا۔ بہر حال سیرت نبوی پر ان کی واحد اور ناقص کتاب "اصح السیر فی ہدی خیر البشر" ان کے نام کو بطور مؤلف زندہ رکھنے کے لئے کافی ہے۔ وہ ناقص ہونے کے باوجود اپنی جگہ کامل ہے کہ سیرت نبوی کا سوانحی حصہ پوری طرح اور کامل صورت میں پیش کرتی ہے۔[15]

'' اصح السیر'' کے علاوہ مولانا نے ''مختصر سیرت نبوی ﷺ'' کے نام سے بھی ایک کتاب تالیف فرمائی تھی۔ جو 44 صفحات پر مشتمل تھی اور سب سے پہلے ''ستارہ ہند پریس کلکتہ'' سے طبع ہوئی تھی۔ جس میں سنِ طباعت درج نہیں، البتہ اندرونی شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ 1914ء کے لگ بھگ طبع ہوئی ہو گی۔

تعارفِ کتابِ سیرت:

اردو زبان میں سیرت رسول ﷺ کے موضوع پر لکھی جانے والی کتابوں میں مولانا عبد الرؤف قادری داناپوری (م: ۱۹۴۸ء) کی کتاب ''اصح السیر'' کا نام بہت نمایاں ہے۔ ۱۹۳۲ء میں اس کا پہلا ایڈیشن شائع ہوا۔ اسکی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا اولین اور مرکزی ماخذ حدیث کو قرار دیا ہے۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اسکی ترتیب عام کتب سیرت سے بلکل مختلف ہے۔[16]

علوم اسلامیہ تک براہ راست دسترس اور نتائج کے صحیح استنباط کی صلاحیت نے اصح السیر کو کتبِ سیرت میں ایک نمایاں مقام عطا کیا ہے۔ خطبات احمدیہ، رحمۃ للعالمین ﷺ، سیرۃ النبی ﷺ، اور خطبات مدراس کے بعد اصح السیر کی شکل میں ہمارا سابقہ پہلی بار ایک وسیع، ٹھوس اور عالمانہ کتاب سے پڑتا ہے۔ مولانا عبدالرؤف داناپوری نے اپنی کتاب کے دیباچہ میں اعتراف کیا ہے کہ: ''بظاہر حضور کی سیرت پر کوئی

---

[15] مصادر سیرت نبوی ﷺ، ج:2، ص:621،620.

[16] ڈاکٹر محمد میاں صدیقی، اردو زبان میں چند اہم کتبِ سیرت (اسلام آباد: فکر ونشر، 1992)، ص:309.

نئی کتاب لکھنی زیادہ مشکل کام نہیں ہے اس لئے کہ بے شمار کتابیں ہمیں سیرت اور مغازی پر لکھی جاچکی ہیں۔۔ لیکن باوجود اس کے اب بھی یہ بہت مشکل کام ہے اور کثرتِ تصنیف ہی کثرتِ اختلاف کا باعث ہے کہ جس کی وجہ سے حقائق کی تلاش اہل نظر ہی کر سکتا ہے دوسرا نہیں"۔[17]

ان کے پیش نظر:"سیرۃ کی ابتداء کرتے ہی خود بخود دو سوالات پیدا ہوتے ہیں کہ حضور ﷺ کیا تھے؟اور آپ نے کیا کیا؟۔"[18]

اصح السیر اس سوال کے دوسرے جزو کی تفسیر ہے،یعنی حضور ﷺ نے کیا کیا؟اور کس طرح کیا؟آپ ﷺ کی پیدائش سے وفات تک کے مسلسل حالات کو اس نقطہ نظر سے پیش کیا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی مجاہدانہ اور مبلغانہ زندگی کا پورا نقشہ آئینے کی طرح ظاہر ہو جائے۔[19]

اصح السیر میں مقدمہ سیرت مع تاریخ، پھر سیرت رسول ﷺ ولادت تا وفات، انساب کا حال، مکمل کتاب المغازی، مکمل کتاب الاموال، کتاب الوفود، حجۃ الوداع کا مفصل حال، ازواج النبی ﷺ کے حالات اور بے شمار معلومات کا ذخیرہ ہے اور یہ سب چیزیں صحیح ترین روایات سے ماخوذ ہیں۔

اس میں بعض ایسے مباحث بھی ہیں جو عام طور پر سیرت کی کتابوں میں نہیں ہوتے۔ مثلاً: زکوۃ، عشر، فئے، جزیہ، ھدایا اور اموال مجورہ کے مسائل بیان کئے۔ یہ باب قارئین سے زیادہ علماء، اساتذہ، اور طلباء کے لئے افادیت کا حامل ہے۔[20]

اصح السیر میں اگرچہ مولانا نے واقعاتِ سیرت کو کتبِ حدیث سے اخذ کیا ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپ نے کتبِ سیرت اور کتبِ تاریخ سے مستند ترین مواد چھانٹ چھانٹ کر شاملِ کتاب کیا ہے۔ کئی مقامات پر آپ نے اہل سیر کی روایات کو ترجیح دی ہے۔ خاص طور پر ان مقامات پر جہاں تاریخی حوالوں کی ضرورت پڑتی ہو۔ مولانا دانا پوری کی انفادیت یہ ہے کہ انہوں نے مختلف روایاتِ سیرت اور تاریخی واقعات کو قرآن مجید، احادیث بنوی ﷺ ، کتب تاریخ و سیرت کی روشنی میں پرکھ کر بیان کیا ہے، اور جہاں کہیں اختلاف پایا اس کی وضاحت کی۔ آپ نے عرب قدیم کی تاریخ کے بیان میں بھی یہی احتیاط برتی ہے۔[21]

اصح السیر کے موضوعات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مصنف نے علم سیرت اور علم فقہ کے ڈانڈے آپس میں ملادئے ہیں، یعنی اس نے اپنی کتاب کو صرف آنحضرت ﷺ کے سوانحی حالات کے تذکرے تک محدود نہیں رکھا بلکہ آپ کی سیرت کو شریعت کی روشنی میں دیکھا ہے اور آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین کو عملی مذہب کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔ یوں حکیم عبدالرؤف داناپوری کی یہ کتاب حضور اکرم ﷺ کی زندگی کے دلچسپ واقعات کا مرقع ہی نہیں بلکہ دینی معلومات کی وجہ سے کتابِ ہدایت بھی بن گئی ہے۔ مصنف چاہتا ہے کہ قاری نہ صرف حضور ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے چیدہ چیدہ واقعات سے متعارف ہو بلکہ روزمرہ زندگی میں ان شرعی امور سے بھی آگاہ ہو جو اسلام نے ایک عادلانہ معاشرہ قائم

---

[17] مصادر سیرت نبوی ﷺ, ج:2، ص:627.

[18] مولانا حکیم ابوالبرکات عبدالرؤف قادری داناپوری, اصح السیر فی ھدی خیر البشر ﷺ (کراچی: مجلس نشریاتِ اسلام, 1979), ص:16.

[19] اردو نثر میں سیرت رسول ﷺ, ص:634.

[20] اردو زبان میں چند اہم کتبِ سیرت, ص:311.

[21] مولانا عبدالرؤف داناپوریؒ کے احوال وآثار اور دینی وملی خدمات کا تحقیقی جائزہ, ص:17.

کرنے کے لیے بطور ضابطہ حیات پیش کیے ہیں۔ شاید اسی لیے حکیم داناپوری نے یہودیوں اور عیسائیوں کی مذہبی کتاب بائیبل یادیگر مذاہب کی کتب مقدس یا غیر مسلموں کے اعتراضات کو درخورِ اعتنا نہیں سمجھا۔ انہیں اس سے کوئی غرض نہیں کہ دوسرے لوگ اسلام اور بانی اسلام ﷺ کے متلق کیا سوچتے اور کیا کہتے ہیں۔[22]

اصح السیر جب پہلے پہل پاکستان میں شائع ہوئی تو مشہور عالم و محدث مولانا عطاءاللہ حنیف بھوجیانی نے اپنے موقر علمی و تحقیقی جریدے ماہنامہ ''الرحیق'' لاہور (بابت: اگست و ستمبر 1958ء) میں اس پر بھرپور تبصرہ لکھا اور مصنف کی علمی و تحقیقی کاوش کو سراہا۔

ماخذاتِ کتاب:

ڈاکٹر محمد یسین مظہر صدیقی ''اصح السیر'' کے مآخذ و مصادر کے بارے میں رقمطراز ہیں کہ:

انہوں نے بیشتر مباحث میں ثانوی کتابوں سے استفادہ کیا ہے اور چند مصادر اصلی سے لیکن وہ جب فقہی مباحث و امور کو چھیڑتے ہیں تو زیادہ مصادر سے بھی رجوع کرتے ہیں اور ان سے زیادہ استفادہ بھی کرتے ہیں۔[23] اس کتاب کے ماخذات میں سیرۃ ابن ہشام، زاد المعاد، صحاح ستہ، تفسیر کبیر امام رازی، تفسیر معالم التنزیل بغوی، تفسیر بیضاوی اور الاتقان (سیوطی) کے نام معروف ہیں۔ الفاظ کی تعریب و تصحیح میں زیادہ تر امداد نہایہ ابن اثیر اور قاموس فیروز آبادی سے لی گئی ہے اور بعض جگہوں پر زرقانی کی شرح مواہب، قاضی شوکانی کی نیل الاوطار، اصابہ، فتح الباری اور معنی سے بھی امداد لی گئی ہے۔[24]

مصنف نے واضح کیا ہے کہ اس نے ابن سعد کی جن روایتوں کا اپنی کتاب میں حوالہ دیا ہے انہیں محض طبقات ابن سعد (مطبوعہ یورپ) کے بھروسہ پر نقل نہیں کیا بلکہ اس کی صرف وہی روایتیں لی ہیں جن کو اصحاب نقل میں سے کسی نے اپنی کتاب میں درج کیا ہے مثلاً: زاد المعاد (ابن قیم)، شرح مسلم (نووی)، فتح الباری شرح بخاری (ابن حجر)، عمدۃ القاری شرح بخاری (عینی)، اصابہ، اسد الغابہ، شرح مواہب (زرقانی)، ارشاد الساری شرح بخاری (قسطلانی)، شرح سفر السعادۃ (عبدالحق محدث دہلوی) اور مدارج النبوۃ (عبدالحق محدث دہلوی)۔ ابن اسحاق کی روایتیں بھی مذکورہ بالا کتابوں سے یا سنن کی روایتوں سے ماخوذ ہیں لیکن بعض روایتیں صرف سیرۃ ابن ہشام سے بھی لی گئی ہیں۔[25]

ترتیبِ کتاب:

اپنی کتاب میں حکیم صاحب نے آنحضرت ﷺ کے حالات کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کا ارادہ کیا۔ پہلے حصے میں (جو موجودہ کتاب پر مشتمل ہے) ولادت سے وفات تک حضور ﷺ کے حالات ہیں، لیکن یہاں وہی حالات درج کیے گئے ہیں جن کا تعلق اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور اسلامی قوت کی ترقی سے ہے۔ مصنف کے نزدیک یہ حضور کی مجاہدانہ زندگی ہے۔ دوسرے حصے میں (جو لکھا نہ جا سکا) مصنف کا ارادہ تھا کہ

---

[22] اردو نثر میں سیرت رسول ﷺ، ص: 633،634.

[23] مصادر سیرت نبوی ﷺ، ج: 2، ص: 624.

[24] قادری داناپوری، اصح السیر فی ھدی خیر البشر ﷺ، ص: 6،7.

[25] اردو نثر میں سیرت رسول ﷺ، ص: 631.

آنحضرت کی پیغمبرانہ زندگی ہو، یعنی دلائل النبوۃ، معجزات، معراج، مراتب، شمائل اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ نے دنیا کے سامنے کیا پیش کیا۔ یعنی آپ ﷺ کی تعلیمات اور اصلاحات وغیرہ، وہ چاہتے تھے کہ اس حصے میں بھی ولادت سے وفات تک آنحضرت ﷺ کے حالات شامل کیے جائیں۔"[26]

بقول ڈاکٹر محمود احمد غازی:

"ایک قابل ذکر کتاب جو اردو میں لکھی گئی، مصنف اس کو دو جلدوں میں لکھنا چاہتے تھے لیکن ایک ہی جلد لکھ پائے، تاہم جو لکھا وہ بہت قابل ذکر اور انتہائی مستند ہے۔ اس کتاب کا نام ہے اصح السیر۔"[27]

افسوس کہ مولانا داناپوری کی دوسری جلد کی خواہش کی تکمیل نہ ہو سکی جس میں وہ بعض کلامی و تاریخی مباحث پر دادِ تحقیق دینے کا ارادہ رکھتے تھے۔ باوجود اس کے کہ انکی دوسری جلد کی خواہش پوری نہ ہو سکی، "اصّح السیر" کا شمار اردو کی اہم ترین کتبِ سیرت میں ہوتا ہے۔ جس میں انہوں نے الفاظ کے درست تلفظ کے سلسلے میں بھی بڑی محنت کی ہے۔ مصنف نے "اصح السیر" کی ترتیب بھی نئے انداز سے کی ہے۔ اس کا خیال ہے کہ:

"عموماً اصحاب سیرت، سنین پر کتاب کو تقسیم کرتے ہیں اور ایک ایک سال میں ہر قسم کے واقعات جمع کرتے ہیں، لیکن اس میں اکثر دو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں، خلط مبحث بھی ہو جاتا ہے اور مباحث بھی منتشر ہو جاتے ہیں۔ ایک ایک چیز کے لیے مختلف سنین میں مباحث دیکھنے پڑتے ہیں۔ جن لوگوں نے سنین کی پابندی کے ساتھ مباحث کو ایک جگہ جمع کرنے کی کوشش کی ہے، وہ فی الواقع سنین کی پابندی بھی نہیں کر سکے"۔[28]

مولانا داناپوری نے عام کتب سیرت کی ترتیب یا یوں کہئے کہ زمانی ترتیب سے ہٹ کر بلکل مختلف ترتیب کو اپنایا ہے۔ سب سے پہلے ولادت باسعادت سے ابتداء کر کے ہجرت کا بیان شروع کیا اور پھر اسکے بعد غزوات کی ابتداء کی۔[29]

مقدمہ میں مصنف نے سیرت کے اولین منابع، قرآن وسنت سے ابتدا کی ہے اور پھر تدوین حدیث کی تاریخی کوششوں کا ذکر کرتے ہوئے فن سیرۃ اور فن حدیث کے تعلق پر بحث کی ہے۔ پھر چند صفحات میں تدوین سیرت کی مختصر تاریخ بیان کی گئی ہے اور بعد ازاں درایت اور عقل کی بحث چھیڑی گئی ہے۔ قدیم عرب کی تاریخ اور جغرافیہ کا مختصر تذکرہ کرنے کے بعد آنحضرت کا نسب، پیدائش، یتیمی، رضاعت، شام کے سفر، خدیجہ سے عقد، بعثت، نزول وحی، سابقین اولیں مسلمانوں کو تعذیب، دعوت دین، کفار کے مظالم، ہجرت حبشہ، حضرت حمزہ اور حضرت عمر کا قبول اسلام، قریش کا مقاطعہ، عام الحزن، سفر طائف، معراج، ہجرت، تحویل قبلہ، مواخاۃ، جہاد و قتال، مغازی و سرایا، فتح مکہ، جنگ حنین، موتہ اور تبوک وغیرہ کے واقعات، سلسلہ وار بیان کیے گئے ہیں۔ اس کے بعد کتاب الاموال، کے عنوان سے مالی انتظامات کا بیان ہے جن میں پہلے زکوۃ، غنائم اور فیئ اور پھر جزیہ، ہدایا و تحائف، اموال مہجورہ اور عشر و خراج کے مباحث ہیں۔ اس کے بعد حضور ﷺ کے قاصدوں، بادشاہوں کے نام

---

[26] ص:632.

[27] ڈاکٹر محمود احمد غازی، محاضرات سیرت ﷺ (لاہور: الفیصل ناشران وتاجران کتب، 2009)، ص:680.

[28] قادری داناپوری، اصح السیر فی ھدی خیر البشر ﷺ، ص:7.

[29] اردو زبان میں چند اہم کتبِ سیرت، ص:310.

خطوں اور مدینہ میں آنے والے وفدوں کا ذکر ہے۔ غزوات کے بعد وفود کے بیان میں بڑی شرح وبسط سے کام لیا گیا ہے اور حجۃ الوداع کی تفصیلات فراہم کرنے میں بھی خاصی محنت کی گئی ہے۔ یہیں بعض متنازعہ فیہ مسائل (غدیر خم کا خطبہ اور مسئلہ امامت) کی بحث بھی ہے۔ پھر سریہ اسامہ بن زید، آنحضرت ﷺ کی وفات اور تجہیز و تکفین کے حالات ہیں (ضمنا واقعہ قرطاس اور حضرت ابو بکر کے بارے میں روافض کے شبہات کا تذکرہ بھی کیا ہے)۔ پھر آنحضرت ﷺ کے متروکات (رقم، زمین، مکانات)، لباس، سواری کے جانوروں، مویشیوں، اسلحہ، موالی (زن و مرد)، خدام، مؤذنین، ازواج مطہرات اور کنیزوں کی تفصیلات ہیں۔[30]

خصوصیاتِ کتاب:

اس مایہ ناز کتاب کی چند اہم خصوصیات ذیل میں بیان کی جاتی ہیں۔

آپ ﷺ کی زندگی کی ادوار میں تقسیم:

مصنف نے آنحضرت ﷺ کی حیات مبارکہ کو تین ادوار میں منقسم کیا ہے۔ ڈاکٹر انور محمود خالد ان ادوار کی وضاحت اپنی کتاب میں یوں کرتے ہیں:

- ”آپ ﷺ کی حیات کے پہلے دور یعنی پیدائش سے نبوت تک کے حالات چونکہ صحیح روایتوں میں کم ہیں اور اس زمانہ کی بہت سی روایات معجزات کی ہیں، اس لیے مصنف نے ان مباحث کو کتاب کے جزوِ ثانی کے لیے اٹھا رکھا تھا (جو نہیں لکھا گیا)۔ تاہم موجودہ جلد میں بھی آنحضرت ﷺ کے خاندانی حالات، خانگی زندگی اور عادات واطوار کی تھوڑی بہت تفصیلات آگئی ہیں۔ دو امور کی طرف البتہ مصنف نے خصوصی توجہ دی ہے جو عموما اربابِ سیر وحدیث کے درمیان اختلافی رہے ہیں۔ (۱) ورقہ بن نوفل کی پیشین گوئی (۲) بحیرہ ونسطورا کی روایت۔ مصنف کہتا ہے کہ ورقہ کی پیشین گوئی بخاری کی روایت سے ثابت ہے، اس میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا۔ البتہ بحیرہ کا قصہ ہے۔ اس کو میں نے معجزہ کی حیثیت ہی نہیں لکھا۔ صرف یہ دکھلانا مقصود تھا کہ حضور ﷺ نے شام کا سفر بچپن میں بھی کیا تھا۔ اس سفر کا حال تقریبا تمام اہلِ سیر لکھتے ہیں اور بحیرہ سے ملنے کا حال بھی لکھتے ہیں، لیکن سب سے بہتر روایت وہ ہے جو ترمذی میں ابو موسی اشعری سے مروی ہے۔[31]

ابن حجر اپنی کتاب اصابہ میں بحیرہ راہب کے واقعہ کی تفصیل میں بیان کرتے ہیں کہ اس روایت کے راوی سب ثقاۃ ہیں، البتہ روایت کے اخیر میں شک کا پہلو ہے۔ اسی طرح علامہ شبلی نعمانی نے ”سیرۃ النبی ﷺ“ کے جلد اول میں دو اعتراضات کیے تھے۔ اول یہ کہ عبد الرحمن ابن غزوان اس کے ایک راوی ہیں جس کی نسبت اہلِ فن نے بے اعتباری ظاہر کی ہے اور دوم یہ کہ ابو موسی اشعری اس حدیث کے آخیر راوی ہیں، وہ

---

[30] اردو نثر میں سیرت رسول ﷺ، ص:632،633.

[31] ایضا۔ ص:634.

واقعہ کے وقت موجود نہ تھے اور نہ یہ بتاتے ہیں کہ انہوں نے یہ کس سے سنا؟ حکیم عبدالرؤف داناپوری ان اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"عبدالرحمن بن غزوان مجروح راوی نہیں ہیں بلکہ صحیح بخاری کے رواۃ میں سے ہیں۔اور ابوموسی اشعری کے بارے میں کہتے ہیں کہ بلا تحقیق غلط بیانی ان کا قرینہ نہیں ہے۔ ممکن ہے انہوں نے یہ واقعہ خود آنحضرت ﷺ کی زبانی سنا ہو"۔[32]

حکیم داناپوری کے نزدیک صحابہ کا بیان حجت ہے"(اس ایک دلیل سے ان کا اپنا دینی مسلک بھی روشنی میں آجاتا ہے)"۔اسی طرح "شرف المصطفے ﷺ میں ابی سعید نیشاپوری نے اس سفر کا حال لکھا ہے جبکہ حضرت خدیجہ نے میسرہ کے ساتھ تجارت کے لیے آپ ﷺ کو شام بھیجا تھا اور وہ راہب کا ملنا بھی لکھتے ہیں۔ راہب کا نام وہ بحیرا لکھتے ہیں۔ ابن مندہ اور ابو نعیم نے حضرت ابن عباس سے ایک اور سفر کا حال لکھا ہے کہ اس میں ابو بکر بھی آپ کے ساتھ تھے۔ راہب کا نام بحیرا لکھا ہے۔ اصابہ اور اسد الغابہ دونوں میں بحیرا کا حال موجود ہے بلکہ اصابہ میں نسطورا کا حال بھی ہے۔[33]

- "آنحضرت کی حیات مبارکہ کا دوسرا دور بعثت سے ہجرت تک کا ہے۔اس زمانہ میں رسول اللہ ﷺ اور ان کے رفقاء کو سخت مشکلات پیش آئیں۔ توحید کی صدا بلند کرتے ہی پورا عرب، پورا حجاز، سارے قبائل اور خود آنحضرت ﷺ کا خاندان آپ ﷺ کا دشمن بن گیا ۔اس زمانے کے واقعات کو صحابہ فراموش نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن یہ زمانہ ایسا نہ تھا کہ صحابہ کرام بالاستیعاب تمام واقعات کو جمع کرتے۔ ہجرت حبشہ، سفر طائف اور ہجرت مدینہ مشہورِ عام واقعات تھے،اس لیے ان کا تفصیلی ذکر کتب احادیث و سیر میں بھی آتا ہے اور حکیم صاحب نے بھی اپنی کتاب میں کیا ہے۔انہوں نے مسلمانوں پر مظالم کی داستانوں میں سے صرف انھی واقعات کو منتخب کیا ہے جن پر اکثر اہلِ سیر کا اتفاق ہے اور جن کی سند احادیث میں بھی پائی جاتی ہے"۔[34]
- "حضور ﷺ کی زندگی کا تیسرا دور ہجرت کے بعد سے وفات تک کا ہے۔اس دور میں آنحضرت نے نہ صرف اپنا دفاع کیا بلکہ توحید کی حمایت میں تلوار بھی اٹھائی۔ اس مدت کا ایک ایک واقعہ سیرت کی کتابوں میں آئینہ کی طرح روشن ہے۔ چنانچہ حکیم عبدالرؤف داناپوری نے بھی اس زمانے کے حالات بے حد تفصیل سے بیان کیے ہیں، البتہ حتی الامکان کوشش کی ہے کہ صرف وہی روایات درج ہوں جو محقق و معتبر ہیں۔"اصح السیر"کا یہ حصہ یقیناً مہتم بالشان ہے اور مصنف کی محنت پژوہی کا منہ بولتا ثبوت ہے"۔[35]

[32] قادری داناپوری، اصح السیر فی ھدی خیر البشر ﷺ، ص:17.

[33] قادری داناپوری، ص:18.

[34] اردو نثر میں سیرت رسول ﷺ، ص:636.

[35] مصادر سیرت نبوی ﷺ، ج:2، ص:627.

منفرد تقدیم و موضوعاتِ تقدیم:

مولانا عبدالروف داناپوری ایک مؤرخ کی حیثیت سے بھی ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔ آپ نے نبی اکرم ﷺ کی سیرت لکھتے وقت اپنی مورخانہ بصیرت کا بھرپور ثبوت دیا ہے۔ تمام تر مستند کتب سیرت اور تاریخ آپ کے زیر مطالعہ رہی ہیں۔ آپ نے اصح السیر کی ابتداء میں جو بلیغ مقدمہ لکھا ہے اس سے آپ کی مورخانہ مقام اور بحیثیت ایک سوانح نگار، آپ کے فہم کا پتہ چلتا ہے۔[36]

مولانا داناپوری نے اپنی کتاب کی ابتداء میں فن سیرت پر لگ بھگ چوالیس صفحات کا تقدیم پیش کیا ہے۔ جو اپنے محققانہ اور عالمانہ اسلوب کے سبب جامعیت کے اعلی درجہ پر ہے۔ یہ مقدمہ علامہ شبلی نعمانی کی "سیرۃ النبی ﷺ" (جلد اول) والے مقدمہ کے بعد خاصے کی چیز ہے۔ اورانہی کی سنت کی پیروی میں مولانا داناپوری نے بھی ایک مبسوط مقدمہ سیرت تحریر کیا ہے جو دیباچہ اور فہرست مضامینِ کتاب کے بعد نئے صفحات سے شروع ہوتا ہے۔

مقدمہ کی ابتداء بعثت انبیاء کے مقاصد سے کی ہے، قرآن کریم اور سنت رسول ﷺ کے اجمالی تعارف کے بعد سیرت، اصحاب سیرت، اور ضرورتِ سیرت پر بحث ہے۔ سیرت کا تحریری مواد کیسے جمع ہوا، اور اسکی ترتیب وتدوین کس طرح ہوئی اس پر مختصر مگر جامع گفتگو کی ہے۔ یہ گفتگو سیرت پڑھنے والے سے زیادہ سیرت لکھنے والے کے لئے مفید ہے۔ اس سے پہلے علامہ شبلی نعمانی سیرۃ النبی کے مقدمہ میں روایت اور درایت پر کلام کر چکے تھے، مولانا نے بھی اس موضوع کو اپنے مقدمہ کا حصہ بنایا، اور اس امر کی نشاندہی کی کہ روایت سے کیا مراد ہے، اس مسئلہ پر علامہ شبلی سے اختلاف کیا اور بتایا کہ محض عقل کو درایت نہیں کہتے۔[37]

شبلی کا اثر واضح طور سے ان کے مقدمہ کتاب میں نظر آتا ہے۔ انہوں نے اپنے پیشرو کی مانند ایک علمی و تحقیقی مقدمہ لکھا ہے جس میں بعض اہم مسائل وامور پر کلام کیا ہے لیکن وہ شبلی سے کافی فروتر ہے۔ البتہ دوسری اردو کتب سیرت میں ایسا مقدمہ سیرت نظر نہیں آتا۔ انہوں نے درایت اور عقل، عقل کی گمراہی، نصاری کا جہاد پر اعتراض، عقلِ سلیم کے عنوان سے جو حصے لکھے ہیں وہ کلامی انداز کے ہیں لیکن بہر حال قیمتی ہیں۔[38]

فقہیات:

مولانا داناپوری نے مغازی سے جو سبق نکلتے ہیں یعنی فقہیات سیرت پر بھی بہت اچھا مواد فراہم کیا ہے۔ کتاب میں فقہیات پر بہت مستند مواد دیا ہے اور حدیث کی مستند ترین کتابوں اور شرحوں سے یہ سارا مواد لیا ہے۔[39]

[36] مولانا عبدالرؤف داناپوریؒ کے احوال و آثار اور دینی وملی خدمات کا تحقیقی جائزہ، ص: 17.

[37] اردو زبان میں چند اہم کتبِ سیرت، ص: 309،310.

[38] مصادر سیرت نبوی ﷺ، ص: 622.

[39] محاضرات سیرت ﷺ، ص: 780،781.

شبلی کی ''سیرۃ النبی'' سے قطع نظر کسی اور اردو کتاب میں غزوات کی اتنی تفصیلات نہیں ملتیں جتنی "اصح السیر'' میں پائی جاتی ہیں۔''ان کی مختلف تحریروں میں ان کے فتاوی اور فقہی بحثیں جابجا نظر آتی ہیں، جو آپ کا فقہی مقام متعین کرتی ہیں۔''[40]

مختلف واقعاتِ سیرت سے جو احکام شرعی مستنبط ہوتے ہیں مصنف نے علم و تحقیق کی روشنی میں اس پر اپنا حاصلِ مطالعہ پیش کیا ہے۔ تعارفی کلمات میں خود لکھتے ہیں:

''جن ضروری فقہی مسائل کا سیرت کے کسی خاص محل سے خاص تعلق تھا ان کو وہاں بتادیا ہے اور بعض معرکۃ الآراء فقہی مسائل پر ایسی جامع، مکمل اور مبسوط بحث لکھ دی گئی ہے کہ اہلِ انصاف کو ان شاء اللہ تعالی اس مسئلہ خاص میں اشتباہ کی ضرورت باقی نہ رہے گی۔ مثلاًاراضی حرم کا حکم فتح مکہ میں، نکاح محرم کی بحث عمرۃ القضاء میں، متعہ کی بحث غزوہ خیبر اور فتح مکہ میں، قنوت نازلہ اور قنوت فجر کی بحث بئر معونہ میں، خلافت اور امامت کی بحث حجۃ الوداع کے آخر میں، پردہ شرعی کی بحث ازواجِ مطہرات کے حالات میں۔ اسی طرح اور مباحث بھی ہیں جن کا حال فہرست مضامین سے معلوم ہو گا۔''[41]

جہاں فقہی نقطہ نظر سے بات کرتے ہیں، وہاں عموماامام طحاوی کی آراء نقل کرتے ہیں جس سے اس امر کا بر ملا اظہار ہو جاتا ہے کہ مؤلف فقہ حنفی کے پیرا کار ہیں، اور دوسرے فقہی مسلک کے مقابلہ میں اسے ترجیح دیتے ہیں۔[42]

آپ صرف مقلد نہ تھے بلکہ ذاتی اجتہاد کے بھی قائل تھے۔ اصح السیر میں جہاں آپ نے مختلف مسائل میں ائمہ اربعہ کے فیصلے درج کیے ہیں، وہیں بعض مسائل میں ان سے اختلاف کرتے ہوئے اپنی ذاتی اجتہادی رائے بھی دی ہے۔ حکیم اسرار الحق آپ کے اس مزاج کے حوالے سے لکھتے ہیں: ''اگر صحیح حدیث اس مسئلہ میں موجود ہوتی تو صاف صاف لکھتے کہ صحیح حدیث یہ ہے اور ائمہ اس مسئلہ میں اپنی رائے کے خود ذمہ دار ہیں"۔[43]

مولانا دانا پوری باقاعدہ فتوی بھی دیا کرتے تھے۔ سید سلیمان ندوی نے ''یادِ رفتگاں میں مولانا دانا پوری کے ایک فتوی کا ذکر کیا ہے۔ جو کلکتہ کے اخبارات میں شائع ہوا اور جس میں مولانا ابوالکلام آزاد کے فتوی کی تخلط کی گئی۔ مولانا دانا پوری فقہ حنفی کے مطابق فتوی دیا کرتے تھے۔ مگر آپ کو دیگر آئمہ فقہ کی آراء اور ان کے فقہ پر بھی دسترس حاصل تھی۔[44]

حکیم اسرار الحق اس حوالہ سے لکھتے ہیں:

---

[40] مولانا عبد الرؤف دانا پوریؒ کے احوال وآثار اور دینی وملی خدمات کا تحقیقی جائزہ, ص:17.

[41] قادری دانا پوری, اصح السیر فی ھدی خیر البشر ﷺ, ص:5.

[42] اردو زبان میں چند اہم کتبِ سیرت, ص:312.

[43] تاریخ اطباءِ بہار, ص:74.

[44] مولانا عبد الرؤف دانا پوریؒ کے احوال وآثار اور دینی وملی خدمات کا تحقیقی جائزہ, ص:17.

"ہندوستان کے گوشہ گوشہ سے آپ کے پاس فتاوی آتے تھے۔آپ نہایت تحقیق اور حوالہ کے ساتھ جواب دیا کرتے تھے۔ اگر اختلافی مسائل ہوتے تو آپ وضاحت سے لکھتے تھے کہ اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہ،امام شافعی،امام مالک،اور امام احمد بن حنبل کا یہ قول ہے"۔[45]

پھر اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں احادیث اور فقہ کی مدد سے کتاب الاموال کو مرتب کیا گیا ہے، کہیں کہیں سیرت کی روایتوں سے بھی استفادہ کیا گیا ہے اور جن جن مقامات سے ارکان اسلام کا تعلق ہے، وہ بھی بیان کیے گئے ہیں۔ مثلاً حجۃ الوداع کی جزئیات کی پوری تفصیل یہاں درج ہے۔اس کتاب کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ جن فقہی مسائل کا سیرت کے کسی خاص پہلو سے تعلق تھا انہیں اپنے متعلقہ مقام پر ہی حل کیا گیا ہے اور بعض اہم فقہی مسئلوں پر جامع، مکمل اور مبسوط بحثیں کی گئی ہیں، مثلاً اراضی حرم کا حکم، نکاح محرم کی بحث، متعہ، قنوت نازلہ اور قنوت فجر کی بحثیں، خلافت اور امامت کا مسئلہ اور پردۂ شرعی کی بحث وغیرہ ۔[46]

مستشرقین کے اعتراضات کے جوابات:

مولانا عبدالرؤف ابوالبرکات داناپوری نے یہ کتاب لکھی۔انکا خیال یہ تھا کہ مستشرقین جو اعتراضات کرتے ہیں کہ سیرت کے ماخذ غیر مستند یا غیر معتبر ہیں،اس اعتراض سے نبٹنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ جو مستند ترین ماخذ ہیں،یعنی قرآن پاک اور حدیث، ان سے کام لے کر مستشرقین کے الزامات کا جواب دینے کی کوشش کی جائے۔لیکن شاید ان کے ذہن میں یہ بات نہیں آئی کہ مستشرقین کا کام محض اعتراض کرنا ہے۔اعتراض کے جواب سے انہیں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔آپ ایک اعتراض کا جواب دیں گے وہ دس مزید اعتراض کر دیں گے۔آپ دس کا جواب دیں گے وہ بیس اعتراض اور کر دیں گے۔[47]

مغرب کے اعتراضات سے مرعوب ہو کر جن سیرت نگاروں اور بطور خاص سر سید احمد خان اور علامہ شبلی نعمانی نے غزوات اور بعض دوسرے واقعات کے بارے میں جو معذرت خواہانہ طرز عمل اختیار کیا تھا،اس کا نہ صرف علمی انداز میں رد کیا بلکہ علمائے اہل سنت کا جو مسلمہ موقف چلا آرہا ہے،اسکو دلائل کی مدد سے ثابت کیا۔[48]

یہ بات قابل ذکر ہے کہ مستشرقین کے اعتراضات کے جوابات میں شبلی کے یہاں جو مرعوبیت پائی جاتی ہے مولانا داناپوری کی فکر اس سے پاک ہے۔

تدوینِ مغازی:

---

[45] تاریخ اطباء بہار، ص:74.

[46] اردو نثر میں سیرت رسول ﷺ، ص:631.

[47] محاضرات سیرت ﷺ، ص:680.

[48] اردو زبان میں چند اہم کتب سیرت، ص:310.

مولانا عبد الرؤف ابو البرکات دانا پوری نے محسوس کیا کہ مغازی کے باب میں مستشرقین نے بہت سے اعتراضات کئے ہیں۔ اس لئے انہیں نے مغازی پر خاص توجہ دی اور اردو میں سیرت پر عام طور پر جتنی کتابیں ہیں ان کے مقابلہ میں مغازی پر بہت اچھی بحث اس کتاب میں ہے۔ مغازی پر اتنی جامع بحث اردو میں بہت کم کتابوں میں ملتی ہے جتنی مولانا دانا پوری نے کی ہے۔[49]

اہل حضرات اس بات سے واقف ہیں کہ ابوابِ سیرت میں مغازی کی بحث دشوار و دقیق ہے، لیکن اس دشواری کو مولانا دانا پوری نے انتہائی احسن انداز میں نہ صرف کم کیا ہے بلکہ تدوینِ مغازی کے سلسلے میں لائقِ تکریم مصنف نے جو علمی تحقیق پیش کی ہے اس کا خود مصنف کو بھی احساس تھا۔ چنانچہ کتاب کے ابتدائی اور تعارفی کلمات میں اس کی طرف اشارہ کیا کہ :

''اتنی کثیر تصنیفات کے باوجود مغازی کی ترتیب اور اس کی تکمیل جس قدر مشکل ہے اس سے اہلِ نظر واقف ہیں۔ جو ترتیب مغازی کی میں نے اس کتاب میں رکھی ہے غالباً وہ اصّح ترین ترتیب ہے اور اہم مواضع اختلاف کے موقع پر میں نے اس کے وجوہ دلائل کی طرف اشارات بھی کر دیے ہیں۔ گو طوالت کے خوف سے اکثر تفصیلی مباحث سے احتراز کیا ہے۔''[50]

چناچہ اصح السیر کے صفحات اس بات کے گواہ ہیں کہ مؤلف نے سب سے زیادہ تفصیل اور جامعیت کے ساتھ غزوات کو بیان کیا۔ غزوات کا بیان ۲۶۸ صفحات پر پھیلا ہوا ہے، غزوہ بدر سے جو چھوتے چھوٹے جنگی معرکے پیش آئے، اور جن کی نوعیت جنگی نقطہ نظر سے بہت اہم تھی، ان کا بھی ذکر کیا، اور اس پورے تاریخی پس منظر کی نقاب کشائی کی جس کے نتیجہ میں غزوہ بدر کبری پیش آیا۔ غزوات میں بطور خاص بدر کو بہت تفصیل سے بیان کیا، اور تاریخی واقعات و روایات سے یہ ثابت کیا کہ علامہ شبلی نعمانی کے بقول یہ دفاعی جنگ نہ تھی بلکہ اس کی نوعیت اقدامی جنگ کی تھی۔ غزوات کے علاوہ سرایا پر بھی کھل کر بحث کی۔ صلح حدیبیہ کے نہ صرف واقعہ کو بیان کیا بلکہ یہ بھی بتایا کہ اسے فتح مبین کیوں کہا گیا۔ کفر و اسلام کے معرکوں میں اس کی کیا اہمیت تھی۔ ہجرت مدینہ، اس کے اسباب اور نتائج کو بیان کیا کہ وہ کس طرح مسلمانوں کی مادی قوت و شوکت کا ذریعہ بنی۔[51]

غزوات کے بعد وفود کا بیان بھی پوری وضاحت اور تفصیل کے ساتھ ہے۔ بعض نزاعی مسائل پر محققانہ گفتگو کی ہے، اور ان کو ان کے پورے پس منظر اور سیاق و سباق کے ساتھ بیان کیا ہے۔ جیسے خطبہ تحریر خم۔ اسے عام طور پر اس کے پس منظر اور اصلی سبب سے الگ کر کے پیش کیا جاتا ہے۔ مولانا نے سیاق و سباق سے جوڑ کر حضور کے خطبہ کا حوالہ دیا ہے۔[52]

حکیم عبد الرؤف دانا پوری نے کتاب کے ابتدائی کلمات میں اس بات کی وضاحت کی کہ :

---

[49] محاضرات سیرت ﷺ، ص:680.

[50] قادری دانا پوری، اصح السیر فی ھدی خیر البشر ﷺ، ص:4.

[51] اردو زبان میں چند اہم کتبِ سیرت، ص:311.

[52] ص:312.

"مولانا شبلی نے مغازی پر جو کچھ لکھا ہے، خصوصا غزوہ بدر کے حالات میں توانہوں نے عجیب وغریب جدت کی ہے، تمام واقعات کو پلٹ کرر کھ دیا ہے،اور روایات صحیحہ کو ترک کر دیا ہے۔"[53]

حکیم صاحب کا یہ اعتراض درست ہے اور غالباًاسی وجہ سے انھوں نے "اصح السیر" میں نہ صرف غزوۂ بدر بلکہ تمام غزوات نبوی ﷺ پر بھرپور توجہ صرف کی ہے۔ اردو میں سیرت کی کتابیں اور بھی ہیں، لیکن مصنف کا یہ دعوی بڑی حد تک صحیح ہے کہ: "اہل علم اس کتاب میں کتاب المغازی کو جامع، مکمل اور بہترین ترتیب پر پائیں گے۔"[54]

خلاصہ کلام:

بحیثیت مجموعی "اصح السیر" وضع قدیم کی کتب سیرت میں اعلی مقام کی حامل کتاب ہے۔ یوں تو مولانا دانا پوری کی زبان شستہ اور اسلوب سادہ ہے لیکن جگہ جگہ دونوں میں ناہمواری کا احساس ہوتا ہے جو ان کے مقامی رنگ و آہنگ کو ظاہر کرتا ہے۔ کئی جگہ الفاظ کا استعمال بھی غلط ہے، تراکیب اور جملے جھول سے خالی نہیں۔ عربی طرز تحریر کے برے اثرات کا سایہ بھی لہراتا نظر آتا ہے، مجموعی طور سے ان کی زبان کو ادبی اور اسلوب کو انفرادی نہیں کہا جاسکتا۔ البتہ اس کے مندرجات اصح ترین روایات سے ماخوذ ہیں۔ بقول مولانا حسن مثنی ندوی:

"حکیم عبد الرؤف دانا پوری بڑے حنفی عالم اور مؤرخ ہیں۔ وہ جابجا متعدل انداز کی تحقیق و تشرح سے کام لیتے ہیں اور اپنے استدلال کو روایات سے تقویت پہنچاتے ہیں"۔[55]

مولانا عبد الروف دانا پوری ایک اہم ترین کتاب سیرت کے مولف گرانی ہونے کے باوجود اہل علم کی ناقدری، زمانہ کی بیدردی اور تاریخ کی قہر سامانی کا شکار ہیں۔ ان کے حالات اور کارنامے دونوں بہت کم علم و دانش کے دائرے میں آئے ہیں۔ حیرت ہے کہ ان کے وارثوں عقیدت مندوں، شاگردوں اور فن شناسوں نے بھی ان کی سیرت شخصیت کو اجاگر کرنے کی کوئی قابل ذکر کوشش نہیں کی۔ لے دے کے چند "وفیات" قسم کے تعزیتی مضامین اور تاثراتی مقالے ملتے ہیں اور ان میں بھی کام کی باتیں کم ہیں۔ ان میں ایک عظیم سیرت نگار اور جانشین شبلی گرامی علامہ سید سلیمان ندوی کا مضمون ہے جو ان کی سوانح اور کارناموں کی گرہ کی حد تک کھولتا ہے۔ مولانا ندوی کا شکوہ ہے کہ ان کے صاحبزادوں نے مرحوم کے کچھ ابتدائی تعلیمی حالات پر اصرار ودرخواست کے باوجود نہ لکھا اور اخبارات نے صرف ان کے انتقال کے تراشوں پر اکتفا کرلی۔

[53] قادری دانا پوری، اصح السیر فی ھدی خیر البشر ﷺ، ص:4.

[54] قادری دانا پوری، ص:4.

[55] اردو نثر میں سیرت رسول ﷺ، ص:636.